12 دسمبر 1962

ازعدالت عظمیٰ

مائیکل گلوڈیٹز اور دیگران

بنام

سیراجدین اینڈ کمپنی

(پی۔ بی۔ گجیندر گڈکر، کے۔ این۔ وانچو، کے۔ سی۔ داس گپتا اور جے۔ سی۔ شاہ، جسٹسز۔)

ثالثی — ہندوستانی فرم اور غیر ملکی فرم کے درمیان سامان کی فراہمی کا معاہدہ — تنازعات کو غیر ملکی ٹریبونل کو بھیجنے کے لیے ثالثی کی شق — غیر ملکی فرم تنازعہ کو غیر ملکی ٹریبونل کو بھیجتی ہے — ہندوستانی فرم ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کرتی ہے — معاہدہ کی منسوخی — دوسرے فریق کو ثالثی کے ساتھ آگے بڑھنے سے روکنے کا حکم — ہائی کورٹ میں مقدمہ روکنے کی درخواست — مقدمے کی سماعت کے لیے عدالت کا اختیار — صوابدید کا استعمال — ثالثی ایکٹ، 1940 (1940 کا X) دفعہ 34۔

اپیل کنندگان ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کاروبار کرنے والی ایک فرم ہیں۔ جواب دہندگان ایک ہندوستانی کمپنی ہیں۔ ان دونوں فرموں نے تحریری طور پر ایک معاہدہ کیا جس کے ذریعے اپیل کنندہ جواب دہندگان سے کچھ سامان خریدنے پر راضی ہو گیا۔ معاہدے میں ثالثی کی شق یہ فراہم کرتی ہے کہ معاہدے سے پیدا ہونے والے تنازعات کو امریکن آربیٹریشن ایسوسی ایشن کے قواعد کے مطابق نیویارک میں ثالثی کے ذریعے حل کیا جائے۔ تنازعات پیدا ہونے کے بعد اپیل گزاروں نے انہیں ثالثی کے لیے بھیج دیا۔ وہاں کے مدعا علیہان نے معاہدہ کی منسوخی اور اپیل گزاروں کو معاہدے کے مطلوبہ نفاذ میں اقدامات کرنے سے روکنے کے لیے مستقل حکم امتناع جاری کرنے کے لیے کلکتہ ہائی کورٹ کی اصل طرف مقدمہ دائر کیا۔ اس کے بعد اپیل گزاروں نے ثالثی ایکٹ 1940 کی دفعہ 34 کے تحت اس مقدمے پر روک لگانے کے لیے اسی ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی۔ اس درخواست کی سماعت ایک فاضل جج نے کی جس نے فیصلہ دیا کہ غیر ملکی ٹریبونل کے ذریعے جس طریقے سے کارروائی کی جاتی ہے اس سے ناراض فریق کا علاج ٹریبونل پر لاگو قانون کے مطابق کارروائی کا مقابلہ کرنا تھا اور مدعا علیہان نے روک نہ لگانے کی کافی وجوہات نہیں دکھائی ہیں۔ لیٹرز پیٹنٹ کے تحت اپیل میں حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا اور اپیل گزاروں نے خصوصی اجازت کے ساتھ اپیل کی۔

اس عدالت کے سامنے بنیادی سوال یہ تھا کہ آیا عدالت اول نے روک لگانے میں اپنی صوابدید کا مناسب استعمال کیا ہے یا نہیں۔

فرض کیا گیا کہ ثالثی میں جانے کے لیے مختلف مما لک میں مقیم تاجروں کے درمیان تجارتی معاہدے میں ایک شق معاہدے کا ایک لازمی حصہ ہے جس کے عقیدے پر معاہدہ کیا گیا ہے، لیکن یہ علاقائی دائرہ اختیار رکھنے والی عدالت کو معاہدے کے فریقین میں سے کسی ایک کے کہنے پر مقدمے کی سماعت کرنے سے نہیں روکتا ہے یہاں تک کہ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھی۔ عدالت عام طور پر فریقین سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ معاہدے کے وقت ٹریبونل کے معاہدے کے تحت پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کرنے کا سہارا لیں۔ ایسے معاملات میں عدالت کسی مناسب معاملے میں اپنی مدد سے انکار کر سکتی ہے جب اس کا مطالبہ کرنے والا فریق بغیر کسی وجہ کے سودے بازی سے دوبارہ فروخت کر رہا ہو۔ تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عدالت کو اس نتیجے پر پہنچنا ہے کہ آیا روک لگانے سے انکار کرنے کی کافی وجوہات ہیں یا نہیں۔ آیا کسی دیئے گئے معاملے کے حالات مقدمے پر روک لگانے سے انکار کرنے کی کافی وجوہات بتاتے ہیں، یہ بنیادی طور پر حقیقت کا سوال ہے۔

موجودہ معاملے میں فریقین کے تمام ثبوت ہندوستان میں تھے، اور حکومت ہند کی طرف سے زرمبادلہ کی دستیابی پر لگائی گئی موجودہ پابندیوں نے جواب دہندگان کے لیے ثالث کے سامنے جانچ کے لیے اپنے گواہوں کو نیویارک لے جانا ناممکن بنا دیا۔ ثالث کے سامنے کارروائی عملی طور پر یک طرفہ ہوگی۔ لہذا ہائی کورٹ سہولت کے توازن کے جائزے پر اپنے نتیجے میں درست تھی کہ روک نہیں دی جانی چاہیے۔

دیوانی اپیل کا عدالتی حد اختیار: سول اپیل نمبر 493 آف 1960۔

1958 کے اصل حکم نمبر 177 سے اپیل میں کلکتہ ہائی کورٹ کے 29 اپریل 1959 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل گزاروں کی طرف سے ایس ٹی دیسائی، ڈی این مکھرجی اور بی این گھوش۔

مدعا علیہ کی طرف سے سالیسیٹر جنرل آف انڈیا سی کے ڈیفتری، ایس کے کپور اور پی سی چٹرجی۔

1962. 12 دسمبر۔ عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

شاہ، جے۔ — اپیل کنندگان ایک فرم ہیں جو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں 120، وال اسٹریٹ، نیویارک میں "ایم گلوڈیٹز اینڈ کمپنی" کے نام اور انداز میں درآمد کنندگان کے طور پر کاروبار کرتی ہیں۔ جواب دہندگان مینگنیز ایسک کے برآمد

کنندگان کے طور پر کاروبار کرنے والی ایک فرم ہیں، اور ان کا کاروبار کا اصل دفتر کلکتہ شہر میں بینٹنک اسٹریٹ پر ہے۔ 5 جولائی 1955 کے تحریری معاہدے کے ذریعے جواب دہندگان نے فروخت کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور اپیل گزاروں نے اس میں طے شدہ شرائط وضوابط پر 25,000 ٹن مینگنیز ایسک خریدنے پر اتفاق کیا۔ معاہدے میں درج ذیل ثالثی شق شامل تھی :

"ثالثی: معاہدے سے پیدا ہونے والے کسی بھی تنازعہ کو امریکن آربیٹریشن ایسوسی ایشن کے قواعد کے مطابق نیویارک میں ثالثی کے ذریعے حل کیا جانا ہے۔"

ستمبر 1956 اور اگست 1957 کے درمیان جواب دہندگان نے 5478 ٹن مینگنیز ایسک فراہم کیا۔ فراہم نہ کیے گئے سامان کے بیلنس کو بھیجنے کے لیے جواب دہندگان کی ذمہ داری کے بارے میں فریقین کے درمیان تنازعات پیدا ہونے کے بعد، اپیل گزاروں نے انہیں 15 جنوری 1958 کو یا اس کے آس پاس امریکن آربیٹریشن ایسوسی ایشن کی ثالثی کے حوالے کیا اور اس درخواست پر معاوضے کا دعوی کیا کہ جواب دہندگان نے فروخت ہونے پر اتفاق شدہ سامان کے بیلنس کو بھیجنے میں غیر قانونی طور پر ڈیفالٹ کیا تھا۔ 2 فروری 1958 کو جواب دہندگان نے کلکتہ ہائی کورٹ کی اصل طرف ایک کارروائی شروع کی جس میں یہ دعوی کیا گیا کہ 5 جولائی 1955 کے تحریری معاہدے کو کالعدم قرار دیا جائے اور اسے پہنچایا جائے اور منسوخ کیا جائے، کہ اپیل گزاروں، ان کے ملازمین اور ایجنٹوں کو مذکورہ معاہدے کے مطلوبہ نفاذ میں اقدامات کرنے سے روکنے کے لیے ایک مستقل حکم نامہ جاری کیا جائے اور یہ کہ ایک اعلان (اگر ضروری ہو) کیا جائے کہ مذکورہ معاہدہ ختم ہو گیا ہے اور فریقین کو اس کے تحت کوئی حقوق اور ذمہ داریاں نہیں ہیں۔ جواب دہندگان کا معاملہ یہ تھا کہ اپیل گزاروں نے اپنی ذمہ داری کے مکمل اطمینان کے ساتھ اگست 1957 تک بھیجے گئے مینگنیز ایسک کو قبول کر لیا تھا اور یہ کہ معاہدہ ختم کر دیا گیا تھا اور اس کے تحت فریقین کے حقوق اور واجبات پر اتفاق کیا گیا تھا۔ متبادل میں جواب دہندگان نے استدعا کی کہ اپیل گزاروں نے معاہدے کو مسترد کر دیا ہے یا اس کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا ہے اور اس وجہ سے بھی معاہدہ خارج ہو گیا ہے یا ان کے اختیار پر کالعدم یا کالعدم ہو گیا ہے اور انہوں نے اس سے گریز کیا ہے۔ مزید متبادل میں انہوں نے استدعا کی کہ معاہدہ مزید کارکردگی کے لیے ناممکن ہو گیا ہے اور وہ مایوس یا خارج ہو گیا ہے اور انہیں اس کی مزید کارکردگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اپیل گزاروں نے کلکتہ کی ہائی کورٹ میں اس حکم کے لیے درخواست دائر کی کہ مدعا علیہان کی طرف سے 1958 کے مقدمہ نمبر 194 میں شروع کی گئی کارروائی کو ثالثی ایکٹ X 1940 کی دفعہ 34 کے تحت ایک حکم کے ذریعے روک دیا جائے، اور یہ کہ مدعا علیہان، ان کے ایجنٹوں اور ملازمین کو مقدمے کی سماعت کے ساتھ آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے حکم نامہ جاری کیا جائے۔ جے رے، جنہوں نے عرضی کی سماعت کی، نے مؤقف اختیار کیا کہ تنازعات کو غیر ملکی ثالثی ادارے کو ثالثی کے لیے پیش کرنے کے معاہدے پر انڈین آربیٹریشن ایکٹ، 1940 کی دفعہ 34 نے اطلاق کیا کہ جس طریقے سے کارروائی کی جاتی ہے، یا ایوارڈ کے ذریعے متاثرہ فریق کا علاج اس پر لاگو قانون کے مطابق ثالثی کی کارروائی اور ایوارڈ کو غیر ملکی ٹریبونل میں للکار کرنا تھا، اور معاہدے کی خلاف ورزی میں دائر کارروائی پر روک نہ لگانے کی کوئی کافی وجہ نہیں تھی تا کہ معاہدے کے

تحت پیدا ہونے والے تنازعات کو ثالثی کے حوالے کیا جا سکے۔ حکم کے خلاف لیٹرز پیٹنٹ کے تحت اپیل میں، ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ پہلی بار عدالت نے اپنی صوابدید کا مناسب استعمال نہیں کیا کیونکہ وہ شواہد سے ابھرتے ہوئے کچھ اہم حالات کو مدنظر رکھنے میں ناکام رہی ہے، یعنی کہ معاہدہ اور تنازعات سے متعلق تمام شواہد ہندوستان میں تھے، کہ حکومت ہند کی طرف سے عائد پابندیوں کی وجہ سے غیر ملکی ثالثی ٹریبونل کے سامنے ثبوت پیش کرنے کے لیے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کرنے میں خصوصی مشکلات تھیں، کہ جواب دہندگان کے لیے اپنا ثبوت پیش کرنا ناممکن ہوگا اور اس لیے غیر ملکی ثالثی ٹریبونل" فریقین کے درمیان تنازعات کے منصفانہ اور مناسب فیصلے کے لیے ایک محفوظ اور آسان فورم نہیں ہوگا"۔ ججوں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ اپیل گزاروں کی جانب سے پیش ہوئے ایڈوکیٹ جنرل نے یہ تسلیم کیا کہ پورا معاملہ ہندوستانی قوانین، انڈین آربیٹریشن ایکٹ اور انڈین کنٹریکٹ ایکٹ کے تحت چلے گا اور اس وجہ سے بھی مقدمے پر روک لگانے سے انکار کرنے کی عدالت کی صوابدید کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ ہائی کورٹ نے اس کے مطابق جے رے کے فیصلے کو پلٹ دیا اور ان کے ذریعے منظور کردہ حکم کو خالی کر دیا۔ اس حکم کے خلاف، خصوصی چھٹی کے ساتھ، اس اپیل کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ہم اس اپیل کے مقصد کے لیے یہ فرض کریں گے کہ ثالثی ایکٹ، 1940 کی دفعہ 34 ہندوستان میں ایک عدالت کو اس اختیار کے ساتھ سرمایہ کاری کرتی ہے کہ وہ کسی بھی دوسرے فریق کے خلاف ثالثی معاہدے کے لیے کسی فریق کی طرف سے شروع کی گئی قانونی کارروائی پر روک لگائے جس میں کسی بھی معاملے کے حوالے کرنے پر اتفاق کیا گیا ہو، یہاں تک کہ جب معاہدہ اسے غیر ملکی ثالثی ٹریبونل میں پیش کرنا ہو۔ جہاں ثالثی معاہدے کا فریق ثالثی معاہدے کے تحت بھیجے جانے والے معاملے کے تعین کے لیے کارروائی شروع کرتا ہے، عدالت عام طور پر کارروائی پر روک لگانے کی حمایت کرتی ہے اور مدعی کو فیصلہ سنانے کے لیے فریقین کی طرف سے منتخب کردہ ٹریبونل کا سہارا لینے کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔ ایسے معاملے میں عدالت اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، جب تک کہ کافی وجوہات نہ ہوں، اس کی طرف سے منتخب کردہ ٹریبونل کا سہارا لینے کی پختہ ذمہ داری کی خلاف ورزی، اگر دوسرا فریق ابھی بھی ثالثی کے مناسب انعقاد کے لیے تمام ضروری کام کرنے کے لیے تیار اور تیار رہتا ہے: یہ قاعدہ غیر ملکی اور ملکی ٹریبونلز کے ذریعے ثالثی پر لاگو ہوتا ہے۔ ثالثی قانون کی دفعہ 34 کے ذریعے بیان کردہ اختیار عدالت میں موروثی ہے: عدالت اصرار کرتی ہے، جب تک کہ اس کے برعکس کافی وجہ نہ بنائی جائے، فریقین کو پورے سودے بازی کی پابندی کرنے پر مجبور کرنے پر، ایسا نہ کرنا معاہدے کے کسی فریق کو منظوری اور توثیق کرنے کی اجازت دینا ہوگا، اور یہ غور ایسے معاملات میں مضبوط ہو سکتا ہے جہاں معاہدے کے تحت پیدا ہونے والے تنازعہ کو غیر ملکی ثالثی ٹریبونل میں پیش کرنے کا معاہدہ ہو۔ ثالثی میں جانے کے لیے مختلف ممالک میں رہنے والے تاجروں کے درمیان تجارتی لین دین میں ایک شق لین دین کا ایک لازمی حصہ ہے، جس کے عقیدے پر معاہدہ کیا گیا ہے، لیکن یہ علاقائی دائرہ اختیار رکھنے والی عدالت کو معاہدے کے فریقین میں سے کسی ایک کے کہنے پر مقدمے کی سماعت کرنے سے نہیں روکتا، یہاں تک کہ ثالثی کے معاہدے کی خلاف ورزی میں بھی۔ عدالت ایسے معاملے میں کسی مناسب معاملے میں اپنی مدد سے انکار کر سکتی ہے، جب اس کی مانگ کرنے والا فریق بغیر کسی وجہ کے سودے بازی سے دوبارہ فروخت کر رہا ہو۔ جب عدالت مقدمے پر روک لگانے سے انکار کرتی ہے تو وہ کسی فریق کو اس کے سودے بازی میں شامل کرنے سے انکار کرتی ہے، خاص وجوہات کی بنا پر جو ایسا کرنا غیر مساوی بناتی ہیں۔ عدالت عام طور پر

فریقین سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ معاہدے کے وقت ٹریبونل کے معاہدے کے تحت پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کرنے کا سہارا لیں۔اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عدالت خود کو اپنے ادراک میں تنازعات کے سلسلے میں اپنے دائرہ اختیار سے دستبردار ہونے کا پابند سمجھتی ہے، وہ محض معاہدوں کے تقدس کو فروغ دینا چاہتی ہے، اور اس مقصد کے لیے مقدمہ برقرار رہتا ہے۔مقدمے کی سماعت کے لیے عدالت کا دائرہ اختیار غیر متنازعہ ہے لیکن عدالت کی صوابدید مساوات کی مداخلت کی بنیاد پر ہے۔لہذا عدالت محض اس وجہ سے روک لگانے کی پابند نہیں ہے کہ فریقین نے تجارتی معاہدے کے تحت بھی کسی معاملے میں اپنے تنازعہ کو کسی غیر ملکی ثالثی ٹریبونل میں پیش کرنے پر اتفاق کیا ہے۔تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آیا روک لگانے سے انکار کرنے کی کافی وجوہات ہیں یا نہیں۔آیا کسی دیئے گئے معاملے کے حالات مقدمے پر روک لگانے سے انکار کرنے کی کافی وجوہات بتاتے ہیں، یہ بنیادی طور پر حقیقت کا سوال ہے۔

موجودہ معاملے میں حالات، ہمارے فیصلے میں، کچھ عجیب ہیں۔درخواست گزاروں نے روک کے لیے اپنی درخواست میں کہا کہ درخواست مخلصانہ تھی، اور جلد از جلد ممکنہ موقع پر دائر کی گئی تھی، کہ اپیل گزار ثالثی کی کارروائی کے مناسب انعقاد کے لیے تمام ضروری کام کرنے کے لیے تیار اور تیار تھے اور اس کی کوئی کافی وجہ نہیں تھی کہ جن معاملات کے سلسلے میں مقدمہ دائر کیا گیا تھا انہیں ثالثی معاہدے کے مطابق ثالثی کے لیے نہیں بھیجا جا سکا۔جواب دہندگان نے اپنے جوابی حلف نامے میں دعوی کیا کہ مقدمے کے موضوع سے متعلق تمام ثبوت اور اس سے متعلق تمام گواہ ہندوستان میں تھے اور مذکورہ بالا معاملات میں سے کسی کے بارے میں ثبوت کا کوئی حصہ نیویارک میں نہیں تھا۔انہوں نے یہ بھی پیش کیا کہ 5 جولائی 1955 کے معاہدے پر لاگو مناسب قانون ہندوستانی قانون تھا اور معاہدہ کا ہندوستانی قانون فریقین کے حقوق اور ذمہ داریوں پر حکومت کرے گا۔انہوں نے یہ بھی دعوی کیا کہ اس مقدمے میں معاہدے پر لاگو قانون کے مشکل سوالات اٹھائے گئے ہیں، اور اس وجہ سے بھی انہیں تنازعہ کو عام لوگوں کے ذریعے فیصلے کے لیے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔یہ بھی پیش کیا گیا کہ ثالثی کی شق چاہے وہ مدعا علیہان کی فرم پر پابند ہو، ایک غیر ملکی ثالثی پر غور کرتی ہے یعنی ثالثی نیویارک میں ہونی ہے اور کوئی بھی ایوارڈ، جو کیا جا سکتا ہے وہ ایک غیر ملکی ایوارڈ ہو گا، ثالث ہندوستان میں عدالتوں کے کنٹرول کے تابع نہیں ہیں اور اس وجہ سے آربیٹریشن ایکٹ کی دفعات بشمول دفعہ 34 کا اپیل گزار فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔اپنے جوابی حلف نامے کے ذریعے اپیل گزاروں نے جواب دہندگان کے اس دعوے کو چیلنج نہیں کیا کہ تنازعہ سے متعلق تمام ثبوت ہندوستان میں ہیں اور شواہد کا کوئی حصہ نیویارک میں نہیں ہے۔اپیل گزاروں کے تشکیل شدہ وکیل نے اپنے جوابی حلف نامے کے پیراگراف 11 میں محض اس بات کی تصدیق کی کہ اس بات کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے کہ جن معاملات کے سلسلے میں مذکورہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے انہیں مذکورہ معاہدے میں ثالثی کی شق کے مطابق ثالثی کے حوالے نہیں کیا جانا چاہیے۔میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ اس بات کی کوئی درست اور/ یا کافی وجہ ہے کہ مذکورہ تنازعات جو کہ مذکورہ مقدمے کا موضوع ہیں، کو ثالثی کے حوالے نہیں کیا جانا چاہیے۔میں مزید کہتا ہوں کہ مدعا علیہان کو اجازت دینا درخواست گزاروں کے ساتھ ناانصاف کا سبب بنے گا، معاہدے کے اختتام کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کون سی شقیں پابند ہیں اور کون سی "غیر فعال" ہیں۔انہوں نے پیراگراف 12 میں مزید کہا کہ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ مدعا علیہ کے حلف نامے کے مذکورہ پیراگراف (10 (اے) میں مذکور معاملات کے حوالے سے ثبوت ضروری ہے یا ثالثوں کے سامنے نہیں دیا

جاسکتا جیسا کہ الزام لگایا گیا ہے۔خاص طور پر، ڈی اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اگر ثالثی معاہدے کے لحاظ سے کی جاتی ہے جیسا کہ فریقین کے ذریعہ اوران کے درمیان جان بوجھ کر نتیجہ اخذ کیا گیا ہے تو انصاف کا کوئی انکار ہوگا جیسا کہ الزام لگایا گیا ہے یا بالکل بھی نہیں۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ یہ ضروری ہوگا یا یہ کہ مدعا علیہ کے لیے کسی نمائندے کو بھیجنا یا کسی گواہ کو نیو یارک لے جانا ممکن نہیں ہوگا جیسا کہ الزام لگایا گیا ہے۔دوسری طرف، اگر مقدمے پر روک نہیں لگائی گئی تو درخواست گزاروں کو بہت تعصب کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ہائی کورٹ نے خود کو اس سوال پر مخاطب کیا کہ کیا جواب دہندگان کی طرف سے اٹھائی گئی درخواستیں ثالثی قانون کے معنی میں کافی وجہ ہیں، اور نشاندہی کی، اور ہمارے فیصلے میں ایسا کرنا درست تھا، کہ جواب دہندہ کے حلف نامے میں دیا گیا بیان عملی طور پر غیر للکارشدہ رہا، کہ تنازعات سے متعلق کیس کے تمام ثبوت ہندوستان میں تھے اور یہ اپیل گزاروں کے حق میں صوابدید کا استعمال نہ کرنے کی ایک مضبوط بنیاد تھی۔ یہ مشاہدہ کرنا ضروری ہے کہ انفرادی شہریوں کو زرمبادلہ فراہم کرنے کے معاملے میں عائد سخت پابندیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دہندگان کے لیے اپنے گواہوں کو نیو یارک لے جانا اور ان کے خلاف مقدمے کا دفاع کرنے کے لیے ثالثی کی کارروائی میں ثالثوں کے سامنے حاضر ہونا ناممکن ہوگا اور ثالثوں کے سامنے کارروائی ایک طرفہ ہوگی۔اس کے نتیجے میں جواب دہندگان کے ساتھ ناانصافی ہوگا۔ بلا شبہ اپیل گزاروں کو کچھ تکلیف ہوگی اگر انہیں ہندوستان میں ان کے خلاف دائر مقدمے کا دفاع کرنے کی ضرورت ہو،لیکن ہائی کورٹ نے تکلیف کے توازن اور دیگر حالات پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہمارے فیصلے میں یہ نتیجہ درست ہے کہ قائم شدہ حقائق روک نہ دینے کی کافی وجہ بتاتے ہیں۔

اپیل گزاروں کے وکیل کی طرف سے یہ استدعا کی گئی کہ ہائی کورٹ نے ان وجوہات کی بنا پر جو مناسب نہیں تھیں، اس حکم میں مداخلت کی جو ٹرائل جج کی صوابدید کے تحت تھا اور اس وجہ سے حکم کو کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔لیکن ہائی کورٹ نے نشاندہی کی ہے کہ جے رے نے تمام حالات پر مکمل، مناسب اور مناسب غور نہیں کیا اور متعلقہ حلف نامے پر اپنا ذہن لگانے میں ناکام رہے جس سے یہ بات سامنے آئی کہ تنازعہ سے متعلق تمام ثبوت ہندوستان میں تھے اور انہوں نے اٹھائے گئے متنوع تنازعات پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا اور یہ مشاہدہ کرنے پر مطمئن رہے کہ وہ اس طرح اٹھائے گئے سوالات کا فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے اور انہیں روک دیا گیا کیونکہ انہیں اپیل گزاروں کے خلاف صوابدید کا استعمال کرنے کی کوئی ٹھوس وجوہات نہیں ملی تھیں۔ ہائی کورٹ کی یہ تنقید بلا جواز معلوم ہوتی ہے۔ہائی کورٹ اس سے پہلے صوابدید میں مداخلت کرنے کے اظہار کردہ نقطہ نظر پر مجاز تھی۔

ذیل کی دونوں عدالتوں نے معاہدے پر لاگو قانون کے بارے میں اس سوال پر اختلاف کیا ہے۔جے رے کا مؤقف تھا کہ معاہدہ امریکی قانون کے تحت ہوتا ہے۔اپیل میں اپیل گزاروں کی طرف سے پیش ہوئے مسٹر ایس چودھری نے یہ نظریہ پیش کیا، لیکن بنگال کے ایڈوکیٹ جنرل جنہوں نے ان کی پیروی کی (جیسا کہ ہائی کورٹ نے مشاہدہ کیا) نے تسلیم کیا کہ "پورا معاملہ ہندوستانی قانون، ہندوستانی ثالثی ایکٹ کے ذریعے ثالثی کا معاملہ، اور ہندوستانی کنٹریکٹ ایکٹ، X X X X X X X X X X X

کے ذریعے مذکورہ معاہدے کے تحت دیگر معاملات جہاں تک متنازعہ معاہدے کے تحت حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے، اب فریقین کو ہندوستانی کنٹریکٹ ایکٹ کو اپنے عزم کے لیے متعلقہ قانون کے طور پر قبول کرنے کے لیے لیا جانا چاہیے۔" اپیل گزاروں کے وکیل کا کہنا ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کی طرف سے ہائی کورٹ کے سامنے ایسی کوئی رعایت نہیں دی گئی تھی، اور فیصلے میں کیے گئے مشاہدات کچھ غلط فہمی کا نتیجہ تھے جو اس جمع کرانے کی حمایت میں ایک حلف نامے پر انحصار کرتے ہیں جس دن اس عدالت میں دائر اپیل گزاروں کے تشکیل شدہ وکیل سرہد موہن سنیل نے حلف لیا تھا جس دن اپیل کی خصوصی اجازت دی گئی تھی۔ اس صورت حال کے علاوہ کہ حلف نامہ مبہم شرائط میں دیا گیا ہے، اور انکار مدعی کے ذاتی علم کے اندر معاملات پر حلف نہیں لیا جاتا ہے، یہ کسی حد تک واحد صورت حال ہے، جس پر حلف نامے کی قسم کھانے والے سنیل نے بھروسہ کیا، جب انہوں نے ہائی کورٹ کے سامنے آئین کے آرٹیکل 133 کے تحت سرٹیفکیٹ کی درخواست کی حمایت میں حلف نامے کی قسم نہیں کھائی، تو ایسا کوئی دعوی کرتے ہیں۔

لیکن ہماری طرف سے ظاہر کردہ نقطہ نظر پر، ہم یہ مشورہ دیتے ہیں کہ معاہدے پر لاگو قانون کے بارے میں سوال پر کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ اس سوال سے نمٹنا اور مقدمے کا فیصلہ کرنا مقدمے کی سماعت کرنے والی عدالت کا کام ہوگا۔

اس لیے اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ مسترد کر دی جاتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.05.09 16:23
I am the author of this document